جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ النساء

(۴)

(گزشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ اَوۡلَادِكُمۡ، لِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَيَيۡنِ، فَاِنۡ كُنَّ نِسَآءً فَوۡقَ اثۡنَتَيۡنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ، وَاِنۡ كَانَتۡ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصۡفُ.

تمھاری اولاد کے بارے میں اللہ تمھیں ہدایت کرتا ہے[19] کہ اُن میں سے لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے[20]۔ پھر اگر اولاد میں لڑکیاں ہی ہوں اور وہ (دو یا) دو سے زیادہ ہوں[21] تو اُنھیں ترکے کا دو تہائی دیا جائے اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اُس کے لیے آدھا ہے[22]۔

---

[۱۹] اصل الفاظ ہیں: 'یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم'۔ ان سے واضح ہے کہ آگے جو حصے بیان ہوئے ہیں، انھیں اللہ نے اپنی وصیت قرار دیا ہے۔ اس کے بعد، ظاہر ہے کہ کوئی مسلمان اس کے مقابلے میں اپنی وصیت پیش کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔

[۲۰] یہ حکم اگر اسی جملے پر ختم ہو جاتا تو اس کے معنی یہ تھے کہ مرنے والے کی اولاد میں اگر ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہی ہو تو لڑکے کو لڑکی سے دونا ملے گا؛ لڑکے اور لڑکیاں اس سے زیادہ ہوں تو میت کا ترکہ اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ ہر لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر رہے؛ اولاد میں صرف لڑکے یا صرف لڑکیاں ہوں تو سارا ترکہ دونوں میں سے جو موجود ہوگا، اسے دیا جائے گا۔ لیکن حکم یہاں ختم نہیں ہوا، بلکہ اس سے متصل اگلے ہی جملے میں ایک استثنا کے ذریعے سے قرآن نے وضاحت کر دی ہے کہ اولاد میں صرف لڑکیاں ہی ہوں تو سارا ترکہ ان میں تقسیم نہیں ہوگا۔

وَلِاَبَوَيۡهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ، اِنۡ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ، فَاِنۡ لَّمۡ

لیکن ترکے کا چھٹا حصہ، (اِس سے پہلے) میت کے والدین میں سے ہر ایک کو ملنا چاہیے،[23] اگر اُس کی اولاد ہو۔[24] اور اگر اولاد نہ ہو اور والدین ہی اُس کے وارث ہوں تو تیسرا حصہ ماں کا ہے (اور باقی

ایک ہی لڑکی ہو تو اسے ترکے کا نصف اور دو یا دو سے زیادہ ہوں تو انھیں دو تہائی دیا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کا قانون لوگوں کے جذبات پر نہیں، بے لاگ انصاف پر مبنی ہے۔ لڑکی کی منفعت والدین کے لیے لڑکے سے کم ہوتی ہے، اس لیے کہ شادی کے بعد اس کی منفعت بیشتر اس کے شوہر اور شوہر کے گھر والوں کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ قرآن نے اسی بنا پر لڑکے سے اس کا حصہ آدھا رکھا ہے اور اولاد میں صرف لڑکیاں ہوں تو ان کا حصہ کم بھی کر دیا ہے۔

[21] اصل میں 'فوق اثنتین' (دو سے زیادہ) کے الفاظ آئے ہیں، لیکن ان کا مفہوم ہم نے دو یا دو سے زیادہ بیان کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ 'فوق اثنتین' سے پہلے 'اثنتین' کا لفظ عربیت کے قاعدے سے حذف ہو گیا ہے۔ قرآن کی زبان میں اگر ہم ایک لڑکی اور دو یا دو سے زائد لڑکیوں کا حصہ ان کے حصوں میں فرق کی وجہ سے الگ الگ بیان کرنا چاہیں تو اس کے دو طریقے ہیں: ترتیب صعودی کے مطابق بیان کرنا پیش نظر ہو تو پہلے ایک لڑکی اور اس کے بعد دو لڑکیوں کا حصہ بیان کیا جائے گا۔ دو سے زائد کا حصہ اگر وہی ہے جو دو کا ہے تو اسے لفظوں میں بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک کے فوراً بعد جب دو کا حصہ اس طرح بیان کیا جائے کہ وہ ایک کے حصے سے زیادہ ہو تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ دو سے زائد کا حکم بھی وہی ہے جو دو لڑکیوں کا ہے۔ اسی بات کو ہم ترتیب نزولی کے مطابق بیان کریں گے تو اس کے لیے 'فوق اثنتین او اثنتین' کے الفاظ چونکہ عربیت کی رو سے موزوں نہ ہوں گے، اس لیے دو سے زائد کا حصہ بیان کرنے کے بعد ایک کا حصہ بیان کر دیا جائے گا۔ اس اسلوب میں 'فوق اثنتین' سے کلام کی ابتدا خود دلیل ہو گی کہ اس سے پہلے 'اثنتین' کا لفظ محذوف ہے۔ اس کا قرینہ بھی واضح ہے۔ اس ترتیب کا حسن مقتضی ہے کہ 'فوق اثنتین' سے پہلے 'اثنتین' کا لفظ استعمال نہ کیا جائے اور صحت زبان کا تقاضا ہے کہ 'فوق اثنتین' سے بات شروع کی جائے تو بعد میں 'اثنتین' مذکور نہ ہو۔ قرآن مجید نے یہ حصے یہاں ترتیب نزولی کے مطابق بیان کیے ہیں، اس لیے حذف کا یہ اسلوب ملحوظ ہے۔ سورۂ نساء کی آخری آیت میں یہی حصے ترتیب صعودی کے مطابق بیان ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہاں 'اثنتین' کے بعد 'فوق اثنتین' کا لفظ حذف کر دیا ہے: 'اِنِ امۡرُؤٌا هَلَكَ لَيۡسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخۡتٌ، فَلَهَا نِصۡفُ مَا تَرَكَ، وَهُوَ يَرِثُهَاۤ، اِنۡ لَّمۡ يَكُنۡ لَّهَا وَلَدٌ، فَاِنۡ كَانَتَا اثۡنَتَيۡنِ، فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ*'۔

*۴:۱۷۶۔

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ، وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ، فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ، فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ، فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِىْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ.

باپ کا[25])۔ لیکن بھائی بہن ہوں[26] تو ماں کے لیے وہی چھٹا حصہ ہے[27] (اور باپ کے لیے بھی وہی چھٹا حصہ)۔ یہ حصے اُس وقت دیے جائیں، جب وصیت جو اُس نے کی، وہ پوری کر دی جائے[28] اور قرض، (اگر ہو تو) ادا کر دیا جائے۔

---

[۲۲] یہ جملہ پچھلے جملے سے استثنا ہے، اس لیے اس کا حکم بھی وہی ہوگا جو پچھلے جملے کا ہے یعنی اولاد میں صرف لڑکیاں ہی ہوں تو انھیں ترکے کے اسی حصے کا دو تہائی یا نصف دیا جائے گا جو اگر تنہا لڑکے ہوتے تو ان میں تقسیم کیا جاتا۔ وہ پورے ترکے کے دو تہائی یا نصف کی حق دار نہ ہوں گی۔ 'فان کن نساء' پر اصل میں جو حرف 'ف' اور 'و لابویہ' سے پہلے حرف 'و' آیا ہے، وہ اسی پر دلالت کرتا ہے۔

[۲۳] یہ جملہ اس سے متصل پہلے لڑکیوں کے حصوں پر نہیں، بلکہ اس پورے حکم پر عطف ہوا ہے جو اوپر اولاد کے لیے آیا ہے۔ چنانچہ اس کا عطف اب استدراک کے لیے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے یہ بات تو بیان ہوئی ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہوگا، لیکن یہ کتنا ہوگا، اسے متعین نہیں کیا گیا۔ چنانچہ والدین اور زوجین کے جو حصے اس کے بعد آئے ہیں، وہ لازماً پہلے دیے جائیں گے اور اس کے بعد جو کچھ بچے گا، صرف وہی اولاد میں تقسیم ہوگا۔ لڑکے اگر تنہا ہوں تو انھیں بھی یہی ملے گا اور لڑکے لڑکیاں، دونوں ہوں تو ان کے لیے بھی یہی قاعدہ ہوگا۔ اسی طرح میت کی اولاد میں اگر تنہا لڑکیاں ہوں تو انھیں بھی اس بچے ہوئے ترکے ہی کا نصف یا دو تہائی دیا جائے گا۔ اس کے لیے 'فان کن نساء' کے جو الفاظ اصل میں آئے ہیں، ان کے بارے میں ہم اوپر واضح کر چکے ہیں کہ یہ 'للذکر مثل حظ الانثیین' سے استثنا اور اسی کے ایک پہلو کی وضاحت ہیں، ان کا حکم اس سے مختلف نہیں ہو سکتا۔

[۲۴] اصل میں 'ان کان لہ ولد' کے الفاظ آئے ہیں۔ ان میں 'ولد' کا لفظ ذکور و اناث، دونوں کے لیے ہے۔ یہاں اور اس کے بعد ازواج کے حصوں میں بھی ہر جگہ اس کا مفہوم یہی ہے۔ لڑکا لڑکی ایک ہوں یا دو، اولاد میں صرف لڑکے ہوں یا صرف لڑکیاں ہوں، نفی و اثبات میں اس شرط کا اطلاق لازماً ہوگا۔

[۲۵] یہ الفاظ یہاں حذف ہیں۔ ہم اگر یہ کہیں کہ ــــ ''اس رقم کے وارث زید اور علی ہی ہوں تو زید کا حصہ ایک تہائی ہوگا'' ــــ تو اس کے بعد یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ــــ ''باقی دو تہائی علی کے لیے ہے۔''

www.javedahmadghamidi.com www.ghamidi.net

اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ، لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا، فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱﴾

تم نہیں جانتے کہ تمھارے ماں باپ اور تمھاری اولاد میں سے کون بہ لحاظ منفعت تم سے قریب تر ہے۔ یہ حصے (اِسی بنا پر) اللہ نے مقرر کر دیے ہیں۔ بے شک، اللہ علیم و حکیم ہے[۲۹]۔۱۱

---

[۲۶] اصل میں لفظ 'اخوۃ' استعمال ہوا ہے۔ یہ جمع ہے، لیکن اس طرح کے اسلوب میں جمع بیان عدد کے لیے نہیں، محض بیان وجود کے لیے آتی ہے۔ اس سے مقصود صرف یہ ہے کہ بھائی بہنوں کی موجودگی میں، عام اس سے کہ وہ ایک ہوں یا دو، یا دو سے زیادہ ہوں، والدین کا حصہ اپنی اصل کی طرف لوٹ آئے گا۔

[۲۷] اصل الفاظ ہیں: 'فان كان له اخوة، فلامه السدس'۔ ان کے بعد بھی 'و لابيه' یا اس کے ہم معنی الفاظ حذف ہو گئے ہیں۔ اس میں جملوں کی تالیف اس طرح ہے: ''اولاد ہو تو ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ۔ اولاد نہ ہو اور والدین ہی وارث ہوں تو ماں کے لیے تہائی، لیکن اگر بھائی بہن ہوں تو ماں کے لیے وہی چھٹا حصہ۔'' اس میں دیکھ لیجیے، کلام خود پکار رہا ہے کہ ـــــ ''اور باپ کے لیے بھی وہی چھٹا حصہ۔'' اس سے اشارہ نکلتا ہے کہ اولاد کی عدم موجودگی میں ان کا حصہ اب بھائی بہنوں کو ملنا چاہیے۔ یہ اشارہ واضح تھا، لیکن قرآن کے مخاطبین جب اس کو نہیں سمجھ سکے تو اس نے وضاحت فرما دی۔ یہ وضاحت اسی سورہ کے آخر میں بطور ضمیمہ درج ہے۔

[۲۸] اس سے واضح ہے کہ وصیت کا حق باقی ہے، لیکن قرآن نے اس کے ساتھ آگے 'غير مضار' کی شرط لگا دی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وصیت اتنی ہونی چاہیے جس سے وارثوں کی حق تلفی نہ ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی بنا پر نصیحت فرمائی ہے کہ یہ تہائی مال تک محدود رہے تو بہتر ہے۔

[۲۹] سلسلۂ کلام کے بیچ میں یہ آیت جس مقصد کے لیے آئی ہے، وہ یہ ہے کہ لوگوں پر یہ بات واضح کر دی جائے کہ جن رشتہ داروں کو اللہ تعالیٰ نے کسی میت کے وارث قرار دیا ہے، ان کے بارے میں مبنی بر انصاف قانون وہی ہے جو اس نے خود بیان فرما دیا ہے۔ چنانچہ اس کی طرف سے اس قانون کے نازل ہو جانے کے بعد اب کسی مرنے والے کو محض رشتہ داری کی بنیاد پر اللہ کے ٹھیرائے ہوئے ان وارثوں کے حق میں وصیت کا حق باقی نہیں رہا۔ ان کے لیے کوئی وصیت اب اگر وہ کرے گا تو صرف اس صورت میں کرے گا، جب ان میں سے کسی کی کوئی ضرورت یا اس کی کوئی خدمت یا اس طرح کی کوئی دوسری چیز اس کا تقاضا کرتی ہو۔ اس لیے کہ جس منفعت کے کم یا زیادہ ہونے کا علم اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے لیے خاص قرار دیا گیا ہے، وہ رشتہ داری کی منفعت ہے۔ اس کا ان ضرورتوں

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

اور منفعتوں سے کوئی تعلق نہیں ہے جو ہمارے لیے معلوم اور متعین ہوتی ہیں۔

آیت کا اصل مدعا یہی ہے، لیکن اگر غور کیجیے تو اس سے یہ بات بھی نہایت لطیف طریقے سے واضح ہوگئی ہے کہ وراثت کا حق جس بنیاد پر قائم ہوتا ہے، وہ قرابت نافعہ ہے اور حصوں میں فرق کی وجہ بھی ان کے پانے والوں کی طرف سے مرنے والے کے لیے ان کی منفعت کا کم یا زیادہ ہونا ہی ہے۔ چنانچہ لڑکوں کا حصہ اسی بنا پر لڑکیوں سے اور شوہر کا بیوی سے دوگنا رکھا گیا ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ والدین، اولاد، بھائی بہن، میاں بیوی اور دوسرے اقربا کے تعلق میں یہ منفعت بالطبع موجود ہے اور عام حالات میں یہ اسی بنا پر بغیر کسی تردد کے وارث ٹھیرائے جاتے ہیں، لیکن ان میں سے کوئی اگر اپنے مورث کے لیے منفعت کے بجائے سراسر مضرت بن جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علت حکم کا یہ بیان تقاضا کرتا ہے کہ اسے وراثت سے محروم قرار دیا جائے۔

اسی طرح یہ رہنمائی بھی ضمناً اس آیت سے حاصل ہوتی ہے کہ ترکے کا کچھ حصہ اگر بچا ہوا رہ جائے اور مرنے والے نے کسی کو اس کا وارث نہ بنایا ہو تو اسے بھی 'اقرب نفعًا' ہی کو ملنا چاہیے۔

آیت کے آخر میں تنبیہ فرمائی ہے کہ اللہ علیم و حکیم ہے۔ استاذ امام امین احسن اصلاحی نے اس کی وضاحت میں لکھا ہے:

> ''... یہ تقسیم اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی حکمت پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم پیش و عقب، ہر چیز پر حاوی اور حاضر و غائب، سب پر محیط ہے۔ کسی کا علم بھی اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اس کی ہر بات اور اس کے ہر کام میں نہایت گہری حکمت ہوتی ہے اور کسی کا بھی یہ مرتبہ نہیں ہے کہ اس کی حکمت کی تمام باریکیوں کو سمجھ سکے۔ اس وجہ سے خدا کی اس تقسیم پر نہ تو اپنے علم و فلسفے کے غرے میں کسی کو معترض ہونا چاہیے، نہ جذباتی جنبہ داری کے جوش میں کسی کو کوئی قدم اس کے خلاف اٹھانا چاہیے۔ بسا اوقات آدمی اپنے ذاتی میلان کی بنا پر ایک کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے، لیکن یہ ترجیح دنیا اور آخرت، دونوں ہی اعتبارات سے غلط ہوتی ہے۔ اسی طرح کسی کو اپنے ذاتی میلان کی بنا پر نظر انداز کرتا ہے، حالاں کہ بعد کے حالات ثابت کرتے ہیں کہ دنیا اور عقبیٰ، دونوں ہی اعتبار سے اس کا رویہ زیادہ صحیح رہا جس کو اس نے نظر انداز کیا۔ پس صحیح روش یہی ہے کہ آدمی جو قدم بھی اٹھائے، اپنے ذاتی میلانات کے بجائے شریعت کی ہدایت کے مطابق اٹھائے۔ اسی میں خیر و برکت ہے۔ جو لوگ شریعت کے خلاف قدم اٹھاتے ہیں، وہ خدا کے علم و حکمت کی تحقیر کرتے ہیں جس کی سزا بالعموم انھیں دنیا میں بھی ملتی ہے اور آخرت میں تو بہر حال ملنی ہی ہے۔''

(تدبر قرآن ۲/۲۶۱)

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net